International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02, July-Dec 2023
pp: 281 - 294

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

عہدیداران کے فرائض وذمہ داریاں: شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Duties and Responsibilities of Officials in Islamic Shari'ah: A Research Analysis

Dr. Irshad Hussain
Lecturer Islamic Studies Department Sir Syed College Multan
Dr. Allah Ditta
Assistant Professor FG Degree College for Women Multan Cantt
***Email**: profabughufran475@gmail.com*
Muhammad Sohail Hasan
Ph.D. Scholar Islamic Studies Department BZU Multan

Abstract

This article intends to elaborate the duties and responsibilities of government officials in the light of Islamic Shariah. Islam is a religion that has assigned the duties and responsibilities of every individual whether he is common or special, rich or poor, master or slave, ruler or subordinate in detail. Moreover, the responsibilities of each individual have been thoroughly described. In this paper, the rights and duties of the office bearers have been reviewed and the basic responsibilities of the office bearers have been determined in the light of the Qur'an and Sunnah and the manifestations of the Rashidun Caliphate. In this regard, it has been stated that what is the responsibility of the officials regarding the provision of basic facilities to laymen of the country? What is their role regarding the spread of Islam? And what should be their behavior to the welfare of the people? What facilities and privileges do they have? Do they have any special status compared to common subjects or do they have the same position as a common person? These issues are discussed in this paper in detail.

Keywords: Holy Prophet, Rashidun Caliphate, Duties, Responsibilities, Rights, Islam.

تعارف موضوع

اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جس نے ہر فرد واحد عام ہو یا خاص، امیر ہو یا غریب، غنی ہو یا فقیر، آقا ہو یا غلام، بڑا ہو یا چھوٹا، حاکم ہو یا محکوم ہر کسی کے فرائض اور ذمہ داریوں کا تقرر کر دیا ہے۔ نیز بڑی خوبصورتی کے ساتھ ہر فرد واحد کی ذمہ داریوں کو باحسن انداز کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اس مقالہ میں عہدہ داران کے حقوق و فرائض کا جائزہ لیا گیا ہے اور

CC BY

شریعت اسلامیہ کی روشنی میں عہد داران کی بنیادی ذمہ داریوں کا تعین قران وسنت اور خلافت راشدہ کے مظاہر کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ بنیادی سہولیات کی فراہمی کے حوالے سے عہدے داران کی ذمہ داری کیا ہے؟ اشاعت اسلام کے حوالے سے ان کا کیا کردار ہے؟ اور عوام کی فلاح کے ضمن میں ان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ انہیں کیا سہولیات و امتیاز حاصل ہیں؟ کیا وہ عام رعایا کی بنسبت کوئی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں یا ان کا بھی وہی مقام ہے جو ایک عام شخص کا مقام ہے؟ انہی امور کی طرف اس مقالہ میں بحث کی گئی ہے۔

عہدیداران کے فرائض وذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے گورنران کو جس طرح بلند مقام ومرتبہ دیا اس طرح ان کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا بھاری بھر کم بوجھ بھی ڈالا ہے۔ چنانچہ ان کے جن اہم فرائض وذمہ داریوں پر سیدنا عمر بن خطاب نے خاص توجہ دی۔

1. دین اسلام کی نشر واشاعت:

سیدنا ابو بکر صدیق کی خلافت کا دور عظیم فتوحات کا دور تھا، اس لیے ان حالات کا تقاضا تھا کہ آپ کے گورنر مفتوحہ ممالک میں اپنے ساتھ دیگر صحابہ کرامؓ کے تعاون سے دین اسلام کی نشر واشاعت کریں۔[1] آپ کے دور خلافت میں شام کے گورنر یزید بن ابو سفیانؓ نے آپ کے نام خط لکھا کہ "شام کی آبادی کافی بڑھ گئی ہے، شہروں میں لوگوں کا ہجوم ہے، انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قرآن کی تعلیم اور دین اسلام کی فقہ وبصیرت دے سکیں، آپ ایسے معلمین کو یہاں بھیج کر ہماری مدد کریں۔" چنانچہ خط پانے کے بعد عمرؓ نے پانچ علماء وممتاز صحابہ کرامؓ کو وہاں بھیجا۔[2]

اور آپ اپنے گورنروں سے فرماتے تھے کہ "میں تمہیں مسلمانوں پر ظلم کرنے اور ان کی چمڑی ادھیڑنے کے لئے گورنر نہیں بنا رہا ہوں بلکہ اس لیے یہ ذمہ داری دے رہا ہوں تاکہ انہیں نماز پڑھاؤ اور قرآن سکھاؤ۔"[3]

بہر حال آپ نے سارے معلمین ومبلغین کو مختلف اسلامی شہروں میں بھیجا اور انہوں نے وہاں جاکر مشہور علمی مدارس کی بنیاد ڈالی، جیسا کہ اس کی تفصیل پچھلے مباحث میں گزر چکی ہے۔

اقامت نماز:

خلفاء کی ذمہ داریوں میں سے بنیادی ذمہ داری اسلامی احکامات کا نفاذ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ[4]

"یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار دیں تو یہ نماز قائم فرمائیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے"

عمر بن خطابؓ اپنے گورنران کے نام خط لکھتے تھے کہ "میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام اقامت نماز ہے، جس نے اس

کی پابندی کی اور دوسروں سے کروائی، اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کا زیادہ ہی ضائع کرنے والا ہو گا۔"[5]

اسی طرح آپ گورنروں کو لوگوں کی امامت کا تاکیدی حکم دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے۔ میں تم کو گورنر بنارہاہوں تاکہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور انہیں شریعت کا علم اور قرآن سکھاؤ۔ نیز گورنروں کی قرارداد تقرری میں ملکی قوانین کی پابندی کے ساتھ ایک قرارداد یہ بھی ہوتی تھی کہ فلاں نماز اور جنگ کے امیر ہوں گے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے ایک قرارداد میں عمار بن یاسرؓ کو نماز اور جنگ کا، عبداللہ بن مسعودؓ کو محکمہ قضاء اور بیت المال کا امیر بنایا۔[6] جس فقہاء نے اسلامی سیاست پر کتابیں تحریر کی ہیں انہیں نے امیر کے لئے نماز کی اہمیت پر خوب روشنی ڈالی ہے اور اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے دینی ودنیوی فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔[7]

شعائر اسلامی کا تحفظ اور شرعی احکام کی ترویج:

خلفاء راشدین سنت رسول ﷺ کے احیاء و عمل، بدعات کے خاتمے اور دین الٰہی کے احترام و تقدس کو زندہ رکھنے کے لئے پوری محنت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی جو متشابہات قرآن سے متعلق کافی شکوک و شبہات پیدا کرتا تھا آپ نے اسے جلاوطن کر دینے کا حکم دیا۔[8] جیسا کہ یہ واقعہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اصول شریعت کی حفاظت کرتے ہوئے آپ نے رمضان میں باجماعت تراویح کی نماز پڑھنے کا عام فرمان پوری اسلامی سلطنت میں جاری کر دیا۔[9]

ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تمہارے یہاں کچھ لوگ "یا آل ضبہ "یعنی "ضبہ" کی دہائی دے کر جاہلیت کی پکار پکارتے ہیں، لہذا جب تم کو میرا یہ خط ملے تو انہیں سخت ترین مالی اور جسمانی سزا دو تاکہ اگر وہ نہ بھی سمجھ سکیں تو کم از کم خوفزدہ ہو کر اس سے باز آجائیں۔[10]

بعض روایات کے مطابق عہد فاروقی میں صرف جزیرہ عرب کے مختلف شہروں میں تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) مسجدیں تعمیر کی گئیں، آپ کے گورنران نے بھی اپنے اپنے زیر اقتدار مختلف علاقوں میں مساجد تعمیر کیں۔ مثلاً عیاض بن غنم نے الجزیرہ کے مختلف علاقوں میں بہت ساری مساجد بنوائیں۔[11]

عہد خلافت راشدہ کے تمام گورنر اپنی اپنی ریاستوں میں اس بات کے ذمہ دار تھے کہ حجاج کرام کے لئے آسانیاں پیدا کریں اور ان کے لئے بحفاظت مناسک حج کی ادائیگی یقینی بنائیں۔ چنانچہ وہ لوگ حج کے قافلوں پر امیر مقرر کر دیتے تھے اور ان کے سفر کے لیے وقت کی تعیین بھی کر دیتے جس کی وجہ سے حجاج کرام گورنر کی اجازت کے بعد ہی اپنے شہروں سے کوچ کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں فقہاء نے گورنران کی اہم ذمہ داریوں میں اس بات کو شامل کیا کہ حجاج کرام کی حفاظت وسہولت کو یقینی بنانا ان پر واجب ہے۔ علامہ ماوردی کا قول ہے کہ "حجاج کرام کو اپنی نگرانی میں روانہ کرنا اور ان کی

دیکھ بھال کرنا گورنر کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اس لیے کہ یہ اسی کی طرف منسوب ہونے والے رفاہی و خیراتی امور کا ایک حصہ ہے۔[12]

شرعی حدود کا قیام:

خلافت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ کائنات میں بنی نوع انسان کی ہدایت، سادت کے لیے ایک مخصوص اہلیت کی حامل قوم اور اس کی حکومت قائم ہو، وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں قائم و نفاذ کرے۔ مصر کے گورنر سیدنا عمرو بن عاصؓ نے مصر میں عمر بن خطابؓ کے ایک بیٹے پر حد نافذ کی اور پھر عمرؓ نے خود بھی کوڑے لگا کر اسے سزا دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمرؓ کی اس سزا کے بعد کچھ ہی دنوں بعد اس لڑکے وفات ہو گئی۔[13] ابتداء میں گورنر کو اختیار تھا کہ خلیفہ سے اجازت لیے بغیر بھی وہ قصاص میں حد قتل نافذ کر سکتا تھا لیکن بعد میں عمرؓ نے تمام گورنران کو فرمان جاری کیا کہ میری اجازت کے بغیر کسی پر حد قتل نافذ نہ کرو۔[14] چنانچہ اس کے بعد گورنران حد قتل نافذ کرنے سے پہلے آپ سے اجازت لے لیا کرتے تھے۔ کیونکہ شرعی حدود قائم کرنے کا تعلق دینی و دنیوی دونوں سے تھا اور جس میں خلفاء اور گورنران سب کو دقت نظری سے کام لینا واجب تھا، اسی وجہ سے وہ لوگ جس طرح دین اسلام کے مختلف شعائر کا اہتمام کرتے تھے اسی طرح اس کا بھی اہتمام کرتے۔[15]

جہاد فی سبیل اللہ:

اگر ہم خلافت صدیقی کے آغاز سے خلافت فاروقی تک کے امراء و گورنران پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو فتوحات میں ان کا کردار واضح نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ لوگ اپنے امرائے لشکر (فوجی کمانڈروں) کو ان علاقوں کی طرف توجہ دلاتے تھے جو اب تک فتح نہ ہوئے تھے۔ وہ لوگ وہاں جاتے اور اسے فتح کرتے اور پھر اس کی تنظیم و تنسیق کرتے مثلاً شام کے فوجی کمانڈروں میں ابو عبیدہ، عمر بن عاص، یزید بن ابو سفیان اور شرحبیل بن حسنہؓ قابل ذکر ہیں۔ جب کہ عراق کے کمانڈروں میں مثنی بن حارثہ، خالد بن ولید اور عیاض بن غنمؓ وغیرہ ہیں۔[16]

خلفائے راشدین کے عہد کے گورنران کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی ریاستوں کے نظم و نسق کی ذمہ داریوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ دشمن کی جانب مجاہدانہ پیش رفت بھی شرکت کرتے تھے اور ریاست کی دیگر ذمہ داریاں اس سے مانع نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ مجاہدانہ تحریک کو مضبوط بنانے میں گورنروں کے جن اہم کارناموں کا تاریخی مصادر میں ثبوت ملتا ہے ان میں سے چند ایک کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

2۔ رعایا کے لئے امن وسکون کو یقینی بنانا:

ریاستوں میں امن و امان برقرار رکھنا گورنران کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ وہ اسے مستحکم و یقینی بنانے کے لئے متعدد

وسائل استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ مجرموں، فاسقوں اور فسادیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ان پر شرعی حدود کا نفاذ کرتے ہیں تاکہ عوام کی زندگی اور ان کے املاک کو تباہ کرنے والے جرائم کا انسداد ہو سکے۔[17]

آپ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام خط میں لکھا تھا "فاسقوں اور مجرموں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں کاٹ کر سزا دو۔"[18] واضح رہے کہ اسلامی ممالک اور شہروں کو امن وسکون بخشنے میں دشمنان اسلام کے خلاف فریضہ جہاد قائم کرنے کا بہت بڑا اثر رہا۔[19]

3. شہروں میں قلعوں کی تعمیر:

آپ نے مصر کے شہر "جیزہ" میں آنے والے فاتح قبائل کے لیے قلعے بنانے کا حکم دیا تاکہ دشمن کے اچانک حملوں سے انہیں محفوظ کیا جاسکے۔[20]

4. دشمنوں کی نقل وحرکت کا سراغ لگانا:

ابو عبیدہؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ شام کے شہروں میں رومی افواج کے خفیہ اجتماع کا وقت نظری سے سراغ لگاتے تھے اور انہی خبروں کی بناء پر دشمن کو چکمہ دیتے ہوئے کچھ اسلامی افواج کے انخلاء کا آغاز بھی کر دیتے۔[21]

5. اسلامی شہروں میں فوجی گھوڑوں کی مدد بھیجنا:

اسلامی شہروں میں ان کی ضرورت کے مطابق جہاد کے لئے گھوڑوں کی فراہمی کے لئے آپ کی پوری سلطنت میں ایک عام سیاست تھی، اسی سیاست کے پیش نظر آپ نے کچھ لوگوں کو بصرہ کی کچھ زمین اس مقصد سے دی تھی تاکہ اس میں حکومتی گھوڑے تیار کر کے ان کی پرورش کریں اور انہیں جنگی تربیت دیں۔[22]

اسی طرح دمشق میں بھی کچھ زمین بعض مسلمانوں کو اسی مقصد کے لئے دی تھی کہ وہ اس میں حکومتی گھوڑوں کی پیداوار بڑھائیں گے اور ان پر توجہ دیں گے لیکن انہوں نے اس میں کاشتکاری شروع کر دی۔ تو آپ نے ان سے زمین چھین لی اور حکومتی مقصد کی خلاف ورزی کے جرم میں ان پر جرمانہ عائد کیا۔

آپ اسی مقصد سے کوفہ میں چار ہزار گھوڑوں کی پرورش کر رہے تھے اور باشندگان کوفہ کے چند لوگوں کو معاویہ بنا کر سلمان بن ربیعہ الباہلیؓ کو ان کا نگران مقرر کر دیا تھا۔ وہ سب لوگ سابقہ روایات کے مطابق انہیں تیار کرتے اور ہر سال انہیں ضرورت کے مطابق کام میں لاتے۔ بصرہ میں بھی اتنے ہی گھوڑے اسی مقصد سے تیار کیے جا رہے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آٹھ بڑے شہروں میں سے ہر شہر میں تقریباً مذکورہ تعداد میں گھوڑوں کی پرورش وپرداخت ہو رہی تھی۔[23] یہ گھوڑے اسلامی سلطنت کی طرف سے فوری دفاعی ضرورت کے مقصد سے تیار کیے جاتے تھے۔[24]

6. فوجی دفاتر ودواوین کا اہتمام وجائزہ:

عمر فاروقؓ شہریوں کے دفاتر ودواوین پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کے خیال میں دوسروں کے بالمقابل ان کی مردم شماری اور ان کے دواوین کی تنظیم کی زیادہ ضرورت تھی۔ خاص طور پر سے وہ شہر اور آبادیاں جو دشمنوں کی سرحدوں سے قریب تھیں اور وہاں مستقل فوج کی ضرورت تھی۔[25]

اگرچہ ہر ریاست میں فوج کے دواوین ودفاتر کے مخصوص ذمہ دار تھے جو ان کے لوازمات کو منظم کرتے تھے تاہم والیان ریاست ان فوجی دفاتر کے ذمہ دار اعلیٰ ہوتے تھے اور چونکہ یہ گورنران جنگی مہمات کی امارت بھی سنبھالتے تھے اس لیے گویا وہ لوگ نائب خلیفہ کی حیثیت سے فوجی دفاتر ودواوین کے ذمہ دار اعلیٰ ہوتے تھے۔[26]

7. غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

رسول پاک نے غیر مسلموں کے تحفظ کے بارے میں ارشاد فرمایا

مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا[27]

"جس شخص نے ذمی افراد میں سے کسی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، اور اسکی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں غیر مسلموں کے ساتھ معاہدات میں اُن کے حقوق کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ، جب آپؓ کے حکم پر دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں باشندگانِ عانات کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ:

على ان لا يهدم لهم بيعة ولاكنيسة وعلى ان يفربوا نواقيسهم فى اى ساعة شاء وا من ليل او نهار الا فى اوقات الصلوٰة وعلى ان يخرجوا الصلبان فى ايام عيدهم واشترط عليهم ان يضيفوا المسلمين ثلاثة ايام ويبذرقومهم

"ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔ وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجاسکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔ مسلمان مسافر کی تین دن ضیافت کریں اور وقت پڑنے پر مسلمانوں کی جان ومال کی نگہداشت کریں"۔[28]

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں قبیلہ بکر کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا حوالے کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عثمان غنی نے فرمایا

إنّي اوصيك بهم خيراً فإنهم قومٌ لَهُمُ الذمة[29]

"میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہے جنہیں جان ومال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جاچکی ہے۔"

حضرت علیؓ نے فرماتے ہیں:

إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ[30]

"اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اُس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔"

ابو عبیدہ بن جراحؓ اور شام کے بعض شہروں کے درمیان معاہدہ ہوئے۔ اسی طرح عراق کے گورنران میں سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعریؓ وغیرہ نے اپنے اپنے وقت میں معاہدے کیے۔ مزید بر آں یہ گورنران ذمیوں کے حقوق کی حفاظت اور شخصی و ملکی معاہدوں کی پابندی کرتے تھے اور معاہدوں کی پاسداری و رعایت سے متعلق شرعی احکام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے معاہدوں کو نافذ کرتے تھے۔[31]

آپ نے ذمیوں کے بارے میں اپنی رعایا کو نصیحت کی کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا واسطہ دے کر تمہیں بھلائی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، ان ذمیوں کی طرف سے رجوع کیا جائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔"[32]

8. بنیادی سہولیات کی فراہمی:

عہدِ خلافتِ راشدہ کی کامیابی اور دیگر نظام ہائے انسانیت کے لیے قابل تقلید کردار کی ایک اور کلیدی وجہ تمام تر بنیادی انسانی ضروریات وسہولیات کی دستیابی کو رعایا کے لیے ممکن الحصول بنانا تھا۔ بنیادی انسانی حقوق وضروریات میں اول ترین، اصولِ آزادی ہے۔ خلافتِ راشدہ میں جس کا مطلب یہ تھا کہ اسلامی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام انسانوں کی ہر طرح کی آزادیوں کی ضمانت لی جائے۔ وسعت کی طرف بڑھتے ہوئے معاشرے میں جبراً قبولِ دین کی ممانعت نے لوگوں کے دلوں میں نرمی اور ذہنوں میں اسلام کی حقانیت کی تاثیر پیدا کر دی تھی۔ اس دور میں جب کہ دیگر تہذیبیں سیاسی مخالفین اور مذہبی اقلیتوں پر وحشت و مظالم کو روا خیال کرتی تھیں، اور رومی سلطنت مصر و شام میں یعقوبی مذہب کے ماننے والوں کو ملکانی مذہب قبول کرنے پر اصرار کرتی تھیں۔ فارسی سلطنت ادیانِ سماوی کے ماننے والوں کو اپنا دشمن تصور کرتی تھیں۔ ایسے دور میں خلفائے اسلام کی طرف سے لوگوں کو مذہبی آزادی کسی انعام سے کم نہ تھی۔[33]

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عوام کی خوشحالی کی خاطر زکوۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کئی وجوہات کی بنیاد پر کیا۔ ایک وجہ تو یہ

تھی کہ یہ اللہ کا حکم ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ یہ دیکھ رہے تھے کہ اگر زکوٰۃ کا نظام ختم کیا جائے تو عوام میں خوشحالی ختم ہو جائے گی اور دولت صرف چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو جائے گی۔

حضرت عمرؓ نے عام الرمادہ میں قحط کے موقع پر اختیار کیا تھا کہ جب آپ نے لوگوں کی بھوک مٹانے اور بحران سے نمٹنے کے لئے ملک کے تمام تر ممکنہ وسائل و ذرائع کو استعمال کر ڈالا تھا۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ عمرؓ نے عام الرمادہ کے موقع پر متاثرین کے درمیان سب کچھ خرچ کر دیا اور جب بارش ہو گئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے تو عمرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر حالات کا جائزہ لینے باہر نکلے آپ نے دیکھا کہ لوگ اپنے بال بچوں کے ساتھ اب کوچ کرنے لگے ہیں، اس وقت آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ بنو محارب بن خصفہ کے ایک آدمی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بلا آپ سے ٹل گئی، آپ آزاد خاتون کے سپوت ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! اس (تعریف) کا میں اس وقت حقدار ہوتا جب اپنے مال سے یا اپنے باپ خطاب کے مال سے خرچ کیا ہوتا، میں نے اللہ تعالیٰ کا مال خرچ کیا ہے۔[34]

آپ نے ایک موقع پر فرمایا: اے لوگو! تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ اگر تم سے تمہارا مال میرے ہاتھوں میں آجائے تو وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کروں۔ نیز تمہارا مجھ پر یہ بھی حق ہے کہ اگر اللہ چاہے اور توفیق دے تو تمہارے عطیات اور وظائف میں اضافہ کر دوں۔[35]

آپ کے عہد میں نہایت منظم شکل میں عطیات و وظائف کی تقسیم شروع ہو گئی تھی اور اس سے استفادہ کرنے والے صرف شہر ہی کے لوگ نہ تھے بلکہ اس کا دائرہ بادیہ نشین قبائل تک وسیع تھا۔ آپ مدینہ سے نکل کر ان بادیہ نشین قبائل تک جاتے اور بذات خود ان میں ان کے عطیات تقسیم کرتے۔ اپنے بعض گورنروں کو آپ نے تحریری حکم بھیجا کہ لوگوں کو ان کے عطیات اور وظائف دیا کرو، جو مال اللہ نے ان کو دیا ہے وہ عمر اور ان کے خاندان کا نہیں ہے، میں صرف اس کا تقسیم کرنے والا ہوں۔[36]

آپ نے لوگوں میں صرف عطیات و وظائف کی تقسیم پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی خوراک کی بھی کفالت کی، چنانچہ ایک مرتبہ آپ شام تشریف لے گئے تو وہاں بلال بن رباحؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے امیر المومنین! شام میں آپ کے فوجی کمانڈروں کی خوراک صرف چڑیوں کا گوشت اور عمدہ قسم کی روٹی ہے اور عام مسلمان اسے دیکھ بھی نہیں پاتے۔ آپ نے ان کمانڈروں سے پوچھا کہ بلال کہہ رہے ہیں؟ یزید بن ابو سفیانؓ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! ہم حجاز میں اپنے اہل خانہ کو جو کھلاتے تھے اس کے مقابلے میں یہ چیزیں کا بلال نے ذکر کیا ہے، یہاں سستی قیمت میں ہمیں دستیاب ہیں۔ یہ سن کر عمرؓ نے فرمایا: نہیں ہرگز، اللہ کی قسم میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم مجھے

ضمانت نہ دے دو کہ ہر مہینہ مسلمانوں کی پوری خوراک اور وظائف ان میں تقسیم کر دو گے۔ پھر آپ نے فرمایا: دیکھو کہ ایک آدمی کو کتنی خوراک کافی ہو گی؟ انہوں نے کہا: ہر مہینہ کے شروع میں دو جریب کے مقدار غلبہ اور اسی کے مناسب تیل اور سرکہ۔ چنانچہ سیدنا عمرؓ نے مذکورہ مقدار تقسیم کرنے کی ضمانت لی اور اس کے بعد آپ نے عام مسلمانوں کو خطاب کیا:

”یہ ماہانہ خوراک تمہارے عطیات کے علاوہ ہے، میں نے تمہارے لیے ان حکام پر جو فرض کیا ہے اگر یہ امراء اسے تمہیں پورا پورا ہر مہینے دیتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو مجھے خبر دو تاکہ انہیں معزول کر دوں اور ان کی جگہ دوسروں کو حاکم بنادوں۔“[37]

حضرت عثمان غنیؓ نے عوام کی خوشحالی اور ترقی پر کافی زور دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان غنیؓ نے اس بات کا نوٹس لیا کہ خراج لینے والے عوام پر مظالم کرتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں جس پر حضرت عثمان غنیؓ نے عمال کو خط لکھا۔ جس میں آپ فرماتے ہیں:

”حمد و صلوٰہ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور حق ہی قبول فرماتا ہے، حق لو اور حق ادا کرو، امانت کا خیال کرو، امانت کا خیال رکھو، اس پر قائم رہو، پہلے امانت ضائع کرنے والے نہ بنو، ایسی صورت میں تم بھی اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اپنے بعد کے لوگوں کے شریک کار بنو گے“[38]

پاک وصالح معاشرہ کا قیام

عہدِ نبوی سے شروع ہونے والا یہ اصول خلافتِ راشدہ میں اپنے ارتقاء کی اعلیٰ سطح تک پہنچا۔ فواحش سے لتا معاشرہ مادی لحاظ سے خواہ بامِ عروج کو کیوں نہ چھو لے لیکن اخلاق اور فلاح کے دائروں سے ماوراء رہ کر وہ کبھی کامیاب معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ ایسا معاشرہ مذہبی روایت کے مطابق دین و دنیا میں خالق و مالک کی ناراضی اور عذاب کا شکار رہتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النور میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ [39]

”یقیناً وہ لوگ جو اہل ایمان میں فحاشی کا فروغ چاہتے ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں تکلیف دہ عذاب ہے“

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد جب مشاہرے کا سوال پیدا ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مدینے میں ایک مزدور کی یومیہ اجرت دی جاتی ہے وہی میرے لیے مقرر کیا جائے“۔ کسی نے کہا: ”اس میں آپ کا گذارا کیسے

ہو گا"؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس طرح ایک مزدور کا گذارہ ہوتا ہے، ہاں اگر میرا گذارہ نہ ہوا تو میں مزدور کی اجرت بڑھادوں گا۔[40]

9. عربی اور غیر عربی میں عدم امتیاز:

خلافت راشدہ میں تمام کے تمام شہری برابر تھے، ان میں کسی بھی قسم کا کوئی فرق نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نظام سلطنت کو اسی طریقہ پر چلایا جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا تھا۔ عہدِ صدیقی کی ریاست مدینہ میں عجمی اور عربی کے مابین کوئی فرق نہیں تھا۔

والیان ریاست کے لئے فرض ہے کہ وہ عوام میں مساوات برتیں، مسلمانوں میں عربی اور غیر عربی کا امتیاز نہ ہو۔ چنانچہ عمر بن خطابؓ کے مقرر کردہ ایک افسر کے پاس کچھ لوگ جماعت کی شکل میں آئے۔ اس نے عربوں کو عطیات سے نوازا اور غلاموں کو نظر انداز کر دیا۔ جب عمرؓ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے نام خط لکھا: "حمد وصلاۃ کے بعد! آدمی کے برابر ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اپنی کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔" اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے لکھا: "تم نے ان سب میں برابری کیوں نہیں کی؟"[41]

بہر حال ان بحث میں مذکورہ فرائض کے علاوہ بھی گونران پر بعض دیگر اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کی بجا آوری کا اسلام میں سختی سے حکم دیا گیا ہے مثلاً عہد وپیمان کی وفاداری، عمل میں خلوص وللّٰہیت اور ہمہ وقت اللہ کا خوف، نیکی، تقویٰ اور جملہ اعمال خیر میں کاروان خیر واصلاح کے ساتھ تعاون، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حکام و عوام کے لئے خیر خواہی وہمدردی وغیرہ۔ بلاشبہ ان مکارم اخلاق کی پابندی پوری انسانیت کو اصلاح ودرستی کی راہ پر لے جانے والی ہے۔[42]

10. ریاست کے عہدیداران کے اصول وضوابط کا تقرر:

خلافت راشدہ کے تنظیمی ڈھانچہ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلافت راشدہ میں گورنر قضاۃ، عہدیداران اور ملازمین کے لیے اصول وضوابط بھی مقرر کیے گئے، ریاست میں جتنی اصلاحات ہوتی ہیں انکا اکثر عہد فاروقی سے ہے، مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی بہت سی اصلاحات نافذ کی ہیں۔

ریاستی عہدوں پر افسران وملازمین کی تقرری بیشتر اوقات گورنران کے ذمہ ہوا کرتی تھی چونکہ عموماً ایک مرکزی شہر کے ساتھ دیگر چھوٹے چھوٹے شہروں اور ذیلی شاخوں سے مل کر ایک ریاست وجود میں آتی ہے اور اسے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے زیر نگرانی تمام امور منظم رہیں اس لیے اس ضرورت کی تکمیل کرتے ہوئے گورنر حضرات اپنے جیسے افراد کو ماتحت علاقوں پر افسر وملازم مقرر کرتے تھے۔ خواہ وہ ان علاقوں کے امیر ہوں یا خراج وغیرہ کے افسر۔ واضح رہے کہ عموماً

یہ تقرری خلیفہ وقت اور گورنر کے اتفاق رائے سے ہوتی تھی۔[43]

عہد فاروقی میں گورنران کے اوقات عمل کی کوئی خاص تنظیم نہ تھی، خلیفہ اور والیان تمام اوقات میں کام کرتے تھے، جب کہ ان پر ایسی کوئی پابندی بھی نہ تھی حتیٰ کہ ان میں سے بعض تورات کو گھوم گھوم کر پہرہ دیتے اور احوال معلوم کرتے، ان میں خود عمر فاروقؓ پیش پیش تھے۔ آپ رات کو گشت کرتے اور مدینہ کے حالات کا جائزہ لیتے۔ والیان ریاست کے پاس لوگ مختلف اوقات میں جاتے اور وہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ کوئی دربان یا چپراسی نہ ہوتا تھا جو یہ کہہ کر ان کے پاس جانے سے روک دیتا کہ " یہ کام کا وقت نہیں ہے۔" والیان ریاست بلا تاخیر پہلی فرصت میں اپنے امور کو انجام دے لینے کے حریص تھے۔ عمرؓ نے اس سلسلے میں ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ کہتے ہوئے خط لکھا تھا کہ " آج کا کام کل پر مت ٹالو، ورنہ تمہارے پاس کام کی کثرت ہو جائے گی اور بہت سے کام خراب ہو جائیں گے۔ واضح ہو کہ لوگ اپنے بادشاہوں سے دور بھاگتے ہیں، اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ پرانے کینے، دنیاوی مفادات اور ذاتی مصلحتیں میرے یا تمہارے اوپر غلبہ پا لیں۔"[44]

حضرت عثمان غنیؓ نے عہدِ فاروقی کی طرز پر حکومت چلائی مگر بہت سے قوانین کا نفاذ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی کیا جیسا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے لیے زکوٰۃ وصول کرنے کا ایک مہینہ مقرر کر دیا تھا، سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا" یہ (رمضان) زکوٰۃ کا مہینہ ہے لہٰذا جس پر فرض ہو وہ اس کو ادا کرے تا کہ تم اپنی زکوٰۃ نکال سکو اور جس کے پاس نصاب زکوٰۃ تک مال نہ ہو اس سے زکوٰۃ نہ لی جائے۔"[45]

خلفائے راشدین کے دور میں ترجمہ کا کام والیان ریاست کے معاون عہدوں میں شمار کیا جاتا تھا اور بیشتر اوقات میں اس کی سخت ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ عمرؓ نے اپنے عراقی گورنران سے مطالبہ کیا کہ دار الخلافہ مدینہ میں ہمارے پاس فارس کے کچھ جاگیر داروں کو بھیج دو تا کہ خراج کے بارے میں ان سے کچھ تبادلہ خیال کیا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس جاگیر داروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ایک ترجمان بھی بھیجا۔[46]

خلفائے راشدین کے دور میں پوری سلطنت میں بلکہ اس سے پہلے بھی ترجمہ اور ترجمانی کا عام رواج تھا۔ پچھلے مباحث میں جہاں یہ ہم جان چکے ہیں کہ خراج کے دواوین و دفاتر غیر عربی زبان میں تھے وہیں ہمیں اس بات کا بھی شعور ہوتا ہے کہ ان ریاستوں میں مترجمین کی کس قدر ضرورت رہی ہوگی جو خراج وغیرہ کے معاملات میں ترجمانی کا کام کرتے رہے ہونگے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ خراج کے اعلیٰ افسران غیر عربی تھے۔ اسی طرح غلاموں اور مختلف اسلامی شہروں میں نو مسلموں کی کثرت نے عدل و قضاء سے متعلق بہت سارے معاملات میں ترجمہ کی ضرورت کو کافی اہم بنا دیا تھا۔ اسی طرح فاتح قائدین اسلام میں جو عموماً گورنران ہی ہوا کرتے تھے ان کے اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے درمیان بات چیت

کے لئے مترجمین کی ضرورت یقینی ہوا کرتی تھی۔[47]

11۔دانشوران قوم سے مشورہ طلبی اوران کی عزت وتوقیر:

ریاست خلافت راشدہ کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ تمام کے تمام تر معاملات مشاورت سے ہوتے تھے اور جو بھی خلیفہ ہوتے وہ کبار صحابہ کرام سے مشورہ بھی کرتے تھے اور ان کی رائے کو ترجیح بھی دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے مشاورت کی۔ معرکہ یمامہ میں جب حفاظ شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کہا کہ یہ واللہ یہ خبر ہے۔[48]

سیدنا عمر نے والیان ریاست کو سختی سے اس بات کا حکم دیا تھا کہ ان کی ریاستوں میں جو لوگ رائے دینے کے اہل ہوں اور دانشور ہوں، ان سے مشورہ لیتے رہیں۔ چنانچہ وہ لوگ سے عملاً انجام دیتے تھے اور دانشوران قوم کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔[49]

عمر نے حکم دے رکھا تھا کہ اہل الرائے سے برابر مشورہ لیتے رہو اور لوگوں کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے انہیں محترم جانو، آپ نے ابو موسیٰ اشعری کے نام خط لکھا: ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگوں کی بڑی بھیڑ جمع کرتے ہو۔ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو اپنے پاس صرف ایسے لوگوں کی مجلس منعقد کرو جو شرافت و نجات والے، قرآن کے پابند اور تقویٰ و دینداری کے خوگر ہوں۔ جب وہ لوگ پہلے اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں تب عوام الناس کو اجازت دو۔'' اور ایک مرتبہ تحریر کیا کہ: ''ہمیشہ سے ایسا ہوا ہے کہ معزز لوگ کئی لوگوں کے نمائندے ہوتے ہیں جو ان ضرورتیں پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا تم ان معزز حضرات کو اکرام و عزت سے نوازو، کمزور مسلمانوں کے لئے یہی کافی ہے کہ فیصلہ اور تقسیم میں انصاف پا جائے۔''[50]

خلاصہ بحث

شرعی احکامات کی بجا آوری کرتے ہوئے ذمیوں کی رعایت، ان کے عہد و پیمان کا احترام، شرعی حقوق کی پاسداری، مسلمانوں کے تئیں ان پر واجبی حقوق کا مطالبہ، ان کی خبر گیری اور ان پر ظلم کرنے والوں سے ظلم کا بدلہ دلانا وغیرہ امور گورنران ریاست کے فرائض میں داخل ہوتے تھے۔ بیشتر اوقات میں خلفاء ذمیوں سے مصالحت کرنے سے پہلے ان پر کچھ خاص شرطیں لگا دیتے تھے اور پھر ان کے حقوق ان تک پہنچاتے تھے اور ان سے شرائط کی بخوبی پابندی کا مطالبہ کرتے تھے۔ نیز اشاعت اسلام کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور عام رعایا اور عہدے داران میں قانون کے لحاظ سے کوئی فرق نہ تھا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1] مولانا محمد جوناگڑھی، اعلام مالموقعین عن رب العالمین، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ج ۲، ص ۲۴۷

[2] الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد عثمان، سیر أعلام النبلاء مؤسسہ الرسالہ الریاض، ج ۲، ص ۲۴۷

[3] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۶۵

[4] الحج:۴۱

[5] ابن جوزی، الطریق الحکمیۃ، جامعہ ہمدرد نیو دہلی، ص ۲۴۰

[6] الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، دار طبع عثمانیہ کارہائے حیدر آباد دکن، ۱۳۴۰ھ، ص ۳۳

[7] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۶۷

[8] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۶۸

[9] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۶۸

[10] قلعہ جی، محمد راوس، ڈاکٹر، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، دار النفائس بیروت، ص ۱۳۳

[11] بلاذری، ابوالحسن احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، ص ۱۸۲

[12] الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، ص ۳۳

[13] ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، مناقب عمر بن الخطاب، ۲۴۰۔۲۴۲

[14] حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السیاسۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، دار النفائس بیروت، ۱۴۰۵ھ، ص ۵۲۱

[15] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۷۰

[16] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۷۰

[17] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۷۰

[18] ابن قتیبہ، عیون الاخبار، المکتب السلامیہ بیروت لبنان، ج ۱، ص ۱۱

[19] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۷۱

[20] ایضاً، ج ۲۱، ص ۷۷

[21] احمد بن اعثم الکوفی، الفتوح، دار الفکر بیروت لبنان، ص ۲۱۵

[22] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۴۷

[23] عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج ۲، ص ۴۷

[24] ایضاً

[25] صبحی الصالح، ڈاکٹر، النظم الاسلامیۃ، دار العلم للملایین، ص ۴۸۸، ۴۹۱

26 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص۷۷

27 بخاري، الصحیح، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ، حدیث:3166، 5 :58

28 امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم، کتاب الخراج (دار المعرفہ: بیروت، 1979ء)، 158

29 ابو یوسف، کتاب الخراج، 80؛ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، مترجم۔ عبد اللہ العمادی (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1389ھ)1: 360۔

30 ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی، الام (قاہرہ: دار الوفا للطبع والنشر والتوزیع، 2001ء)، 7: 320؛

31 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص۷۷

32 قلعہ جی، محمد راوس، ڈاکٹر، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ص۱۳۳

33 حمد الصمد۔ نظام الحکم فی عھد الخلفاء الراشدین: ۱۵۷، ۱۵۸۔ ط: اول، ۱۴۲۷ھ، ام القریٰ مکہ

34 قلعہ جی، محمد راوس، ڈاکٹر، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ص۱۳۵

35 قلعہ جی، محمد راوس، ڈاکٹر، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، ص۱۳۷

36 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص۷۷

37 عمر واقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، فتوح الشام، ص۲۵۷

38 طبری، تاریخ طبری، ۵/ ۲۴۴

39 النور: ۱۹

40 محمد رواس قلعجی الدکتور، موسوعۃ فقہ ابی بکر، ۱۵۹، ط: دوم، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، دار النفائس

41 حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السیاسۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، ص۵۲۳

42 محمد ضیاء الریس، ڈاکٹر، النظریات السیاسۃ، دار التذکیر بیروت، لبنان، ص۳۰۸، ۳۰۷

43 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص۷۹

44 ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، مناقب عمر بن الخطاب، ص۱۲۹

45 ابو عبید، کتاب الاموال، بیروت، دار الکتب العربیہ، ۴۳۴

46 امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ابو یوسف، ص ۴۱، ۴۰

47 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص۱۰۴

48 بخاری، صحیح بخاری ۴/ ۳۱۵، رقم الحدیث: ۴۹۸۶

49 عمری، عبد العزیز بن ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، ج۲، ص ۸۲

50 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، نصیحۃ الملوک دار العلم البیروت لبنان، ۲۰۷